بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۷ ۔ ۹ تبلیغ ہش ۱۳۳۳ - ۹ فروری سنہ ۱۹۵۴ء نمبر ۳۱

غذائی پیداوار کی نسبت آبادی زیادہ بڑھ رہی ہے

ایشیا اور مشرق بعید کے اقتصادی کمشن کی رپورٹ

کولمبو ۸ فروری۔ ایشیا اور مشرق بعید کے اقتصادی کمشن کا دسواں مکمل اجلاس آج شروع ہو گیا۔ سیلون کے وزیر اعظم سر جان کوٹلا والا نے اس کا افتتاح کیا۔

اجلاس میں ۲۰ ممالک کے نمائندے شرکت کر رہے ہیں۔ جن میں پاکستان بھی شامل ہے۔ امید ہے کہ دس روز تک کمیشن کا اجلاس جاری رہے گا۔

اقتصادی کمیشن نے اپنی سالانہ رپورٹ میں بتایا ہے کہ ایشیا اور مشرق بعید میں اس سال غذا کی پیداوار کا نیا ریکارڈ قائم ہوا ہے۔ لیکن پھر بھی آبادی جس نسبت سے بڑھ رہی ہے۔ غذائی پیداوار کی نسبت اس سے بہت کم ہے۔ چاول کی پیداوار میں اس سال ۷ فیصدی اضافہ ہوا ہے۔

خطبہ جمعہ

تحریک جدید کے گزشتہ سال کے وعدوں کے لحاظ سے اس سال کے وعدوں میں ابھی بہت زیادہ کمی ہے

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی حفاظت کیلئے قربانی کرنیکا جو موقعہ تمہیں حاصل ہے وہ دوسروں کو میسر نہیں

یہ دن کبھی کبھی آتے ہیں پس مبارک ہیں وہ لوگ جو ان دنوں سے فائدہ اٹھائیں اور اس خدمت کو انعام سمجھیں نہ کہ بوجھ

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۵ فروری سنہ ۱۹۵۴ء بمقام ربوہ

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

آج فروری کے مہینہ کی پانچ تاریخ ہو چکی ہے اور

تحریک جدید کے وعدوں کی آخری میعاد

۱۵ فروری ہے۔ میں نے بائیس جنوری کو تحریک جدید کے متعلق ایک خطبہ بیان کیا تھا۔ اور جماعت کو تحریک کی تھی کہ فروری کا پہلا ہفتہ تحریک جدید کے لئے وقف کیا جائے اور تمام جماعتیں اپنی اپنی جگہ پر تمام افراد سے وعدے لینے کی کوشش کریں۔ کیونکہ اس سال وعدوں کی رفتار بہت کم ہے میرا یہ خطبہ جنوری کے آخر میں شائع ہو گیا۔ لیکن مجھے صرف راولپنڈی کی جماعت کی طرف سے یہ اطلاع ملی ہے۔ کہ ہفتہ تحریک جدید کے لئے ایک پروگرام مقرر کیا گیا ہے۔ الگ الگ حلقے تجویز کئے گئے ہیں۔ اور چند آدمیوں پر مشتمل ایک وفد بنایا گیا ہے۔ جو جماعت کے تمام افراد تک جائیگا۔ اور ان سے تحریک جدید کے وعدے لے گا۔ باقی جماعتوں کی طرف سے مجھے کوئی اطلاع نہیں ملی حتیٰ کہ

ربوہ کی جماعت

کی طرف سے بھی مجھے کوئی اطلاع نہیں ملی۔ جہاں کی جماعت نے میرا یہ خطبہ ۲۲ جنوری کو سن لیا تھا۔ اور نہ اس نے اپنی کوششوں کے نتیجہ سے مجھے مطلع کیا ہے۔ اور عملاً میں دیکھتا ہوں کہ اس عرصہ میں بجائے اس کے کہ جو خلیج پچھلے سال کے وعدوں اور اس سال کے وعدوں میں تھی کم ہوتی۔ وہ اور بھی بڑھ گئی ہے۔ میرے لاہور جانے سے قبل یہ خلیج آہستہ آہستہ دور ہو رہی تھی۔ اور دور دوم کے پچھلے سال کے وعدوں اور اس سال کے وعدوں میں صرف ایک ہزار کا فرق رہ گیا تھا۔ لیکن دفتر کی طرف سے جو کل رپورٹ ملی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فرق اب بجائے اور کم ہونے کے بڑھ گیا ہے۔ اور اب پچھلے سال کے وعدوں اور اس سال کے

وعدوں میں ۹ ہزار کا فرق

ہو گیا ہے۔ گویا بجائے ترقی کرنے کے آٹھ ہزار کے قریب جماعت اور نیچے گر گئی ہے دور اول والے اس بات کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ کہ وہ جلد جلد مجھے وعدوں کی رفتار کے متعلق اطلاع بہم پہونچائیں۔ وہ خاموشی کو زیادہ بہتر سمجھتے ہیں۔ پندرہ سولہ دن کے بعد مقابلہ کرتے ہیں۔ اور مجھے اطلاع دیتے ہیں۔ لیکن دفتر دوم والے کچھ دنوں سے روزانہ پچھلے سال کے وعدوں اور اس سال کے وعدوں کا مقابلہ کرتے ہیں اور مجھے اطلاع دیتے ہیں جس وقت دور اول کے کارکنوں نے مجھے اطلاع دی تھی۔ اس وقت

دور اول کے پچھلے وعدوں

اور اس سال کے وعدوں میں اکیس ہزار کا فرق تھا۔ اب یقینی طور پر تو نہیں کہا جا سکتا کہ اب یہ فرق کس قدر ہے۔ لیکن اگر پچھلے دنوں دور اول کے وعدوں میں بھی اسی قدر فرق پڑا ہے۔ جس قدر فرق دور دوم کے وعدوں میں پڑا۔ تو

اس کا مطلب یہ ہے

کہ دونوں دوروں کے پچھلے سال کے وعدوں اور اس سال کے وعدوں میں قریباً چالیس ہزار کا فرق پڑ گیا ہے۔ یا یوں کہو کہ اس سال کے وعدے پچھلے سال

عبد القادر پرنٹر و پبلشر نے آرمی پریس میں طبع کرا کر دفتر المصلح میگزین لین کراچی سے شائع کیا۔

سے بیس فیصدی کم آئے ہیں (اس کے بعد دورِ اول والوں نے رپورٹ کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت دورِ اول کے گزشتہ سال اور اس سال میں اکتالیس ہزار کا فرق ہے) اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ابھی وعدوں کی میعاد میں دس دن اور ہیں۔ اور وعدوں کے آنے میں ابھی پندرہ دن باقی ہیں۔ کیونکہ چار پانچ دن ڈاک پر بھی لگ جاتے ہیں۔ مثلاً جنہوں نے پندرہ فروری کو وعدے لکھوائے ہیں وہ وعدے ۱۶ فروری کو ڈاک میں پڑیں گے۔ اور ۱۷۔ ۱۸ یا ۱۹ تاریخ کو یہاں پہونچیں گے۔ پھر بعض دیہات میں ہفتہ میں ایک دفعہ ڈاک جاتی ہے۔ اس لئے وہاں کی جماعتوں کے وعدے ۲۲ یا ۲۳ کو یہاں پہونچیں گے۔ گویا ابھی وعدوں کی میعاد میں پندرہ دن یقینی ہیں۔ لیکن پچھلے سال کے

وعدوں کی رفتار

اگر قائم رہتی تو ہم سمجھتے۔ باقی دنوں میں وعدے پچھلے سال تک پہنچ جائیں گے۔ لیکن پچھلے سال کے وعدوں کی رفتار کے لحاظ سے بھی ابھی ایک لاکھ چالیس ہزار کے وعدے باقی ہیں۔ پچھلے سال ان دنوں میں تحریک جدید کے وعدے بڑی سرعت سے بڑھتے تھے۔ پچھلے سال کی کاپی دیکھی گئی۔ تو یکم فروری کو ۹ ہزار آٹھ سو کے وعدے آئے تھے لیکن اس سال صرف ۱۳۰۰ کے وعدے آئے ہیں۔ گویا ایک ہی دن میں ساڑھے آٹھ ہزار کا فرق پڑ گیا۔ چونکہ مجھے دورِ اول کے وعدوں کی اطلاع ابھی نہیں آئی۔ اور نہ آیا کرتی ہے۔ دورِ دوم کے وعدوں کی اطلاع آتی ہے۔ اور پہلے بھی آیا کرتی تھی۔ اس لئے دورِ دوم کے وعدوں کی رفتار پر قیاس کرتے ہوئے میں کہوں گا کہ پچھلے سال اور اس سال کے وعدوں میں چالیس ہزار کا فرق پڑ گیا ہے۔

اللہ تعالےٰ جانتا ہے

کہ باقی پندرہ دنوں میں اور کتنا فرق پڑے گا اس کے بعد کچھ وعدے امریکہ کی جماعتوں کے ہیں اور کچھ ویسٹ اور ایسٹ افریقہ کی جماعتوں کے۔ مگر ان کی مقدار بہت کم ہوتی ہے۔ اور ان وعدوں میں زیادہ فرق پیدا نہیں کرتی۔ کیونکہ ان ممالک میں جماعتیں ابھی بہت کم ہیں۔ سوائے انڈونیشیا کی جماعتوں کے کہ ان کے وعدوں کی تعداد ۴۰ ہزار روپیہ (پاکستانی) کے قریب سالانہ ہوتی ہے۔ لیکن ہم ان کو اپنے حساب میں شامل نہیں کرتے۔ کیونکہ وہاں کام بہت زیادہ ہے۔ اور اس لحاظ سے اخراجات بھی زیادہ ہیں۔ اس لئے ہم وہاں سے روپیہ مرکز میں نہیں منگواتے بلکہ اسے وہیں خرچ کرتے ہیں۔ اسی طرح

ایسٹ اور ویسٹ افریقہ

کی جماعتوں کا چندہ بھی اچھا خاصہ ہوتا ہے۔ لیکن ان کے علاوہ باقی غیر ملکی جماعتوں کے چندے بہت کم ہوتے ہیں۔ بہت زور دینے کے بعد اب انگلستان کی جماعت میں چندہ کی طرف کچھ توجہ پیدا ہوئی ہے۔ اور ایک دو نئے احمدی ایسے ہوئے ہیں جو چندہ دینے لگے ہیں پہلے سارے نو مسلم چندہ دینے سے گریز کرتے تھے۔ جرمنی سے بھی خط آیا ہے کہ وہاں لوگ چندہ دینے لگ گئے ہیں۔ ان کی مالی حالت بہت خراب ہے۔ لیکن بہرحال وہ چندے دے رہے ہیں۔ اگرچہ وہ چندہ ان کی آمد کے لحاظ سے بہت کم ہوتا ہے۔ اب ایک دوست نئے احمدی ہوئے ہیں۔ وہ اڑھائی پونڈ یعنی قریباً ۲۵ روپے ماہوار چندہ دیتے ہیں۔ شام کی جماعتوں کے دوست بھی چندہ دیتے ہیں۔ لیکن اب وہاں ایسی مشکلات پیدا ہوگئی ہیں۔ کہ چندہ کی رقوم دوسرے ممالک میں نہیں جا سکتیں۔ حکومت کی طرف سے ایسے قواعد مقرر کر دیئے گئے ہیں کہ شاید شام میں بھی چندہ کی رقوم جمع نہ ہو سکیں۔ باقی جماعتوں میں

چندہ کی فراہمی قریباً صفر ہے

انڈونیشیا امریکہ، ایسٹ افریقہ، ویسٹ افریقہ اور ان سے اتر کر شام۔ یہ ممالک ہیں جن کے اس وقت تک چندے آتے ہیں۔ یا ہمارے حساب میں محسوب ہوتے ہیں۔ چھوٹی جماعتوں میں سے سیلون، برما اور ملایا کی جماعتیں ہیں جن کے افراد چندہ دیتے ہیں۔ لیکن چونکہ ان ممالک میں جماعتیں بہت کم تعداد میں ہیں۔ اس لئے چندے بھی کم مقدار میں آتے ہیں۔ فی الحال یہ سارا بوجھ پاکستان کی جماعتوں پر ہے۔ یا یوں کہہ لو کہ اشاعت اسلام کے لئے چندہ دینے کا فخر ابھی تک صرف پاکستان کی جماعتوں کو حاصل ہے

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ

میں سے ایک صحابی رضؓ سے کسی نے پوچھا کہ آپ صحابہ رضؓ میں سے سب سے زیادہ بہادر کس کو سمجھا کرتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا سب سے زیادہ بہادر وہ شخص ہوتا تھا جو لڑائی کی صفوں میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے قریب کھڑا ہوتا تھا۔ اس نے کہا کیوں؟ اس صحابی رضؓ نے جواب دیا اس لئے کہ کفار جب اسلامی لشکر پر حملہ کرتے تھے۔ تو وہ جانتے تھے کہ اسلام کی روح رواں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے اگر ہم آپ کو مار دیں گے تو اسلام ختم ہو جائے گا کفار اسلام کو خدا تعالےٰ کا مذہب نہیں سمجھتے تھے بلکہ وہ آپ ہی کی ذات کی طرف اسے منسوب کرتے تھے۔ اس لئے وہ سمجھتے تھے کہ اگر ہم آپ کو مار دیں گے تو اسلام باقی نہیں رہے گا۔ اس لئے وہ اپنا سارا زور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچنے میں خرچ کر دیتے تھے۔ پس جنگ کی صفوں میں خطرناک ترین جگہ وہ ہوتی تھی۔ جہاں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوتے تھے۔ چاروں طرف سے دشمن فوج کے بہادر اور جری لوگ اس جگہ کی طرف لپکتے تھے۔ جو لوگ آگے پیچھے ہوتے۔ انہیں زیادہ دباؤ برداشت نہیں کرنا پڑتا تھا۔ حملہ بار بار وہیں ہوتا تھا۔ جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے تھے۔ چنانچہ

اُحد کی جنگ کے موقعہ پر

جب دشمن لشکر کے تیر اندازوں نے اپنے تیروں کا رُخ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیر دیا۔ تو حضرت طلحہ رضؓ آپؐ کے آگے کھڑے ہو گئے۔ سارے تیر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف آ رہے تھے۔ حضرت طلحہ رضؓ۔ ان تیروں کو اپنے ہاتھوں پر لیتے رہے۔ یہاں تک کہ تیر اتنی کثرت سے ان کے ہاتھ پر لگے۔ کہ آپ کا ایک ہاتھ بالکل بیکار ہو گیا۔ جب حضرت علی رضؓ اور حضرت عائشہ رضؓ کے درمیان جنگ ہوئی۔ تو حضرت عائشہ رضؓ کے لشکر میں زیادہ کام کرنے والے حضرت طلحہ رضؓ اور حضرت زبیر رضؓ ہی تھے۔ خصوصاً حضرت طلحہ رضؓ نے حضرت عائشہ رضؓ کو بچانے میں بہت زیادہ حصہ لیا۔ لیکن جب لشکر واپس آیا۔ تو ایک صحابی رضؓ نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ طلحہ رضؓ! آپ کو یاد ہے کہ ایک موقعہ پر آپ۔ میں اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے۔ اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مخاطب کر کے کہا تھا۔ کہ طلحہ رضؓ تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا۔ جب تم علی رضؓ کے مقابلہ میں لڑائی میں شامل ہوگا۔ اور تم غلطی پر ہوگے

حضرت طلحہ رضؓ

کو بھی وہ واقعہ یاد آ گیا۔ آپ نے فرمایا۔ ٹھیک ہے اچھا ہوا۔ کہ آپ نے مجھے یہ بات یاد دلا دی۔ میں اب حضرت علی رضؓ کے مقابلہ میں لڑائی میں حصہ نہیں لونگا چنانچہ وہ رات کو جنگی کیمپ سے چل پڑے۔ تا صبح کے وقت لوگ انہیں لڑائی میں شامل ہونے کے لئے تنگ نہ کریں۔ کوئی بدبخت آدمی تھا۔ جو بظاہر حضرت علی رضؓ کے لشکر سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے حضرت طلحہ رضؓ کو اکیلے جاتے دیکھا۔ تو وہ آپ کے پیچھے پیچھے گیا۔ جب آپ لشکر سے دور پہنچے تو اس نے حملہ کر کے آپ کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد وہ شخص حضرت علی رضؓ کے پاس آیا۔ اور کہا۔ آپ کو مبارک ہو۔ میں نے آپ کا دشمن مار دیا ہے۔

حضرت علی رضؓ

نے فرمایا۔ کون دشمن؟ اس نے کہا۔ طلحہ رضؓ حضرت علی رضؓ نے فرمایا۔ تم کو بھی مبارک ہو۔ کہ خدا تعالیٰ تم کو دوزخ میں ڈالے گا۔ اس نے کہا کیوں؟ میں نے تو طلحہ رضؓ کو آپ کی خاطر مارا ہے۔ حضرت علی رضؓ نے فرمایا۔ میں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔ کہ جو شخص طلحہ رضؓ کو مارے گا۔ وہ دوزخی ہوگا۔ اسی طرح کسی مجلس میں کسی شخص نے حضرت طلحہ رضؓ کے متعلق کہا۔ وہ ٹنڈا الیا ہے۔ اور یہ کلمہ اس نے حقارت سے کہا۔ اس مجلس میں ایک صحابی رضؓ بیٹھے تھے۔ انہوں نے یہ بات سنی تو کہا۔ تجھے پتہ ہے۔ کہ تو ٹنڈا کس کو کہہ رہا ہے۔ اور تجھے پتہ ہے کہ وہ ٹنڈا کیسے بنا؟ جنگ احد میں ایک موقع پر اسلامی لشکر تتر بتر ہو گیا۔ دشمن کے تیروں کا سارا زور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف تھا۔ کسی شخص کو جرأت نہیں تھی۔ کہ ان تیروں کے سامنے کھڑا ہوتا۔ لیکن حضرت طلحہ رضؓ آگے آئے اور انہوں نے

سارے تیر اپنے ہاتھوں پر لئے

اس کی وجہ سے ان کا ہاتھ ٹنڈا ہو گیا۔ آپ رضؓ تیر انداز تھے۔ آپ رضؓ دشمن پر تیر بھی چلاتے تھے۔ اور جب دشمن کی طرف سے تیر آتے۔ تو آپ انہیں اپنے ہاتھوں پر لیتے۔ اس لئے آپ کے اس ہاتھ کا گوشت اور ہڈیاں گھل گئیں۔ اس صحابی نے کہا۔ اب تجھے پتہ لگ گیا۔ کہ ان کا ہاتھ کس طرح ٹنڈا ہو گیا تھا۔ اور تو یہ بھی سن لے۔ کہ جب دشمن کے تیر انداز رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف تیر پھینکتے تھے۔ تو حضرت طلحہ رضؓ انہیں اپنے ہاتھ پر روکتے تھے۔ اور جو تیر گرتے تھے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں اٹھاتے۔ اور چونکہ اس وقت طلحہ رضؓ ہی ایک شخص تھے۔ جو آپؐ کی حفاظت کر رہے تھے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تیر اٹھاتے اور طلحہ رضؓ

سے مخاطب ہو کر فرماتے۔ طلحہ رضؓ تجھ پر میرے ماں باپ قربان! یہ تیر لے اور دشمن پر چلا۔ جس شخص کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ فرماتے تھے کہ تجھ پر میرے ماں باپ قربان۔ اُسے تو ٹُنڈا کہہ رہا ہے۔ غرض اس صحابیؓ نے بتایا۔ کہ جو شخص جنگ کی صفوں میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قرب میں کھڑا ہوتا۔ وہ سب سے زیادہ بہادر کہلاتا تھا۔ اس لئے کہ وہ سب سے زیادہ بوجھ اٹھاتا تھا۔ سو تم بھی کہہ سکتے ہو۔ کہ اس وقت

اسلام کی جنگ میں

دوسرے ملک اور قومیں اس طرح مالی قربانی نہیں کرتیں۔ جس طرح کی قربانی کے لئے ہمیں کہا جا رہا ہے۔ تم یہ بھی کہہ سکتے ہو۔ کہ ان پر وہ بوجھ نہیں۔ جو ہم پاکستانیوں پر ہے۔ لیکن تم یہ بھی کہہ سکتے ہو۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اسلام کی حفاظت کے لئے حضرت طلحہ رضؓ کی طرح قربانی کرنے کا جو موقع ہمیں دیا گیا ہے۔ وہ دوسروں کو نہیں دیا گیا۔ تم ان دونوں تشریحوں میں سے ایک تشریح کر سکتے ہو۔ اگر تمہارا ایمان کمزور ہے۔ تو تم کہہ سکتے ہو۔ کہ ہم پر جتنا بوجھ ہے۔ وہ دوسری قوموں پر نہیں۔ لیکن

اگر تمہارا ایمان مضبوط ہے

تو تم یہ بھی کہہ سکتے ہو۔ کہ کئی قومیں بعد میں آئیں گی۔ اور یہ بوجھ اٹھائیں گی۔ لیکن آج ہم اکیلے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اسلام کے سامنے کھڑے ہو کر تیر کھا رہے ہیں۔ اور حقیقت یہی ہے کہ وہ شخص جو اس وقت اس قربانی میں حصہ لیتا ہے۔ وہ خدا تعالےٰ کے نزدیک ایسے ہی مقام پر کھڑا ہے۔ جس مقام پر حضرت طلحہ رضؓ جنگ اُحد کے موقعہ پر کھڑے تھے۔ آج بھی اسلام پر دشمن کی طرف سے تیر پڑ رہے ہیں۔

جو شخص اشاعت اسلام میں حصہ لیتا ہے

وہ اپنی چھاتی پر تیر کھاتا ہے۔ اور وہ اس مقام پر کھڑا ہوتا ہے۔ جس پر حضرت طلحہ رضؓ کھڑے تھے۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کے متعلق فرما رہے تھے۔ کہ تجھ پر میرے ماں باپ قربان۔ تو اور قربانی کر۔ یہ خوش قسمتی کے دن کبھی کبھی آتے ہیں۔ اور کسی کسی قوم کو ملتے ہیں۔ پس مبارک ہیں وہ لوگ جو ان دنوں سے فائدہ اٹھائیں۔ اور مبارک ہیں وہ لوگ جو اس خدمت کو انعام سمجھیں۔ نہ کہ بوجھ۔

(چونکہ یہ خطبہ دیر سے شائع ہوگا۔ اور وعدوں کی میعاد قریب الاختتام ہوگی۔ اس لئے دوستوں کو کام کا مزید موقع دینے کے لئے میں

وعدوں کی آخری میعاد ۱۵ فروری کی جگہ ۲۳ فروری

مقرر کرتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ احباب کو توفیق بخشے۔ کہ وہ زیادہ سے زیادہ خدمتِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حصہ لے سکیں۔ اَللّٰھُمَّ آمین)

فلسفۂ احکام اسلام

بعث بعد الموت کا اسلامی نظریہ۔ اور علوم جدیدہ

(۲)

(از مکرم میجر ڈاکٹر شاہ نواز خاں صاحب)

شہادت کی دو اقسام

بعث کے منکرین بالعموم یہ کہا کرتے ہیں۔ کہ اگر کوئی مردہ دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں واپس آ جائے۔ اور وہ شہادت دے کہ مرنے کے بعد کوئی زندگی ہے۔ تو ہم مان لیں گے۔ کہ بعث بعد الموت برحق ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ طریقِ شہادت مادی امور کے متعلق ہے۔ اور روحانی اور نظری معاملات میں شہادت کا طریق مختلف ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ شہادت کی دو اقسام ہیں۔ ایک ہے واقعاتی (ڈائرکٹ شہادت) اور دوسرا شہادت کا طریق دیگر حالات اور کوائف کا اندازہ جس کو قانون کی اصطلاح میں سرکمسٹینشیل (circumstantial) شہادت کہتے ہیں۔ مثال کے طور پر کسی واقعۂ قتل کے ثبوت میں ایک تو واقعاتی شہادت ہوتی ہے۔ جو پولیس مہیا کرتی ہے۔ کہ کسی عینی گواہ نے قاتل کو قتل کرتے دیکھا ہو۔ لیکن اگر یہ شہادت نہ مل سکے۔ تو مجسٹریٹ دیگر حالات دیکھ کر بھی فردِ جرم لگا سکتے ہیں۔ مثلاً مبینہ قاتل کے جسم اور کپڑوں پر خون کے داغ۔ انگوٹھا وغیرہ کا نشان۔ قاتل اور مقتول کی پرانی دشمنی یا تکرار کا ثبوت۔ اس کے کسی دوکان سے چھری استرہ وغیرہ خریدنے کا ثبوت۔ غرضیکہ دنیا میں بھی کئی اہم کاموں کی واقعاتی شہادت نہیں مل سکتی۔ پھر بھی عدالتِ انصاف مقدمات کے صحیح فیصلے کر ہی لیتی ہے۔

پس اخروی زندگی کے ثبوت میں واقعاتی شہادت کا نہ مل سکنا اس کے وجود کی نفی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس معاملہ میں اس قسم کی شہادت دی ہی نہیں جا سکتی۔ یہ سنت اللہ کے خلاف ہے۔ کہ کوئی مردہ زندہ ہو کر اس دنیا میں واپس آ سکے۔ کیونکہ اس طرح انسانی پیدائش کی غرض باطل ہو جاتی ہے۔ اور یہ دنیا دار الامتحان کی بجائے دار الجزاء بن جاتی ہے۔ اور ایمان بالغیب کا پردہ اٹھ جانے سے اعمالِ صالحہ کی قدر و قیمت کم ہو جاتی ہے انسان کو غیر محدود ترقیات کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ پس اس کا مر کر دوبارہ اس مادی عالم میں آنا ایسا ہی محال اور خلافِ عقل ہے۔ جیسا کہ ایک بچے کا رحمِ مادر سے نکل کر کئی سال دنیا میں روحانی اور ذہنی ترقی کر کے ماں کے پیٹ میں واپس جانا۔ کیونکہ قانونِ ارتقاء کا تقاضا تو یہ ہے۔ کہ انسان کا ہر قدم آگے اور ترقی کی طرف ہی بڑھے۔ نہ کہ پیچھے اور تنزل کی طرف۔ مگر اللہ تعالےٰ نے انسان کو اس اہم معاملہ میں بالکل اندھیرے میں بھی نہیں رکھا۔ کیونکہ اس نے انبیاءؑ اور اولیاء کرام کے ذریعے جو صاحبِ الہام اور کشوف ہوتے ہیں۔ کشف قبور کا سلسلہ جاری کر کے اس امر کا قطعی ثبوت مہیا فرما دیا ہے۔ کہ اخروی زندگی ایک حقیقت ہے۔ بلکہ حق تو یہ ہے۔ کہ صاحبِ تجربہ کو اخروی زندگی پر ایمان اور یقین اس مادی دنیا سے بہت زیادہ ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت امام جماعت احمدیہ (خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ) سے ایک دفعہ جب اخروی زندگی کے متعلق سوال کیا گیا۔ تو حضور نے بڑے وثوق سے فرمایا:۔

"مجھے اخروی زندگی پر اس دنیاوی زندگی سے زیادہ یقین ہے۔ اگر شک ہو سکتا ہو۔ تو مجھے اس جہان کے متعلق ہو سکتا ہے۔ نہ کہ اگلے جہان کے متعلق" (مفہوم) بعض صوفیاء نے بھی لکھا ہے۔ کہ اگلا جہان ہی حقیقی اور اصلی زندگی ہے۔ اور اس دنیا میں جو ہم دیکھتے۔ سنتے یا کرتے ہیں۔ یہ اصل میں ہمارا ایک لمبا خواب ہے۔ جس کو ہم خواب بین کی طرح حقیقی زندگی سمجھ رہے ہیں۔ اور مرنا "اس خواب (نیند) سے بیدار ہونا ہے۔ اس وقت معلوم ہوگا۔ کہ واقعی ہم دنیا میں سو رہے تھے اور خواب دیکھ رہے تھے۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ لَھِیَ الْحَیَوَانُ۔ کہ اصل زندگی اخروی ہی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک حدیث بھی اس کی تصدیق کرتی ہے۔ فرمایا۔ اَلنَّاسُ نِیَامٌ۔ فَاِذَا مَاتُوْا انْتَبَھُوْا لوگ سو رہے ہیں۔ اور مرنے کے بعد جاگ اٹھیں گے۔

پس اس معاملہ میں ہمیں ان بزرگوں کی شہادت کی ضرورت ہے۔ جو صاحبِ تجربہ (الہام اور کشوف) ہیں۔ نہ کہ ان فلاسفروں کی جو اس کوچہ سے بالکل ناآشنا اندھیرے میں ٹکریں مار رہے ہیں۔ اور اندھی عقل کا بے نور چراغ لے کر اللہ تعالیٰ کو کائناتِ عالم میں ڈھونڈ رہے ہیں۔ مگر ان کو اتنا بھی معلوم نہیں۔ کہ صانع کا وجود مصنوعات کے اندر نہیں ملا کرتا۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کائناتِ عالم کا سرچشمہ نہیں خالق ہے۔

رجوع موتیٰ کا ردّ

بعض مغربیت سے متاثر لوگ اس کے جواب میں ان لوگوں کی شہادت پیش کر دیا کرتے ہیں۔ جو مر کر دوبارہ زندہ ہو گئے تھے۔ کہ جب ان سے

درخواست ہائے دعا

(۱) مکرم عبد القادر صاحب چیف کونٹنٹ کالونی فلور ملز لائل پور ایک عرصہ سے بیمار چلے آتے ہیں۔ احباب دردِ دل سے ان کی صحت کاملہ کے لئے دعا فرمائیں۔ (۲) خاکسار کے لڑکے محمد ارشاد بشیر متعلم جامعہ احمدیہ احمد نگر اور محمد داؤد بعارضہ بخار بیمار رہے۔ ان کی صحت کے لئے احباب کی خدمت میں دعا کی درخواست ہے۔ خاکسار محمد ابراہیم احمدی کنسٹیبل پولیس تھانہ اٹھارہ ہزاری۔

(۳) میں چند ایک مشکلات میں مبتلا ہوں۔ احباب میرے لئے دردِ دل سے دعا فرمائیں۔ نثار احمد کانپوری سندھ۔ (۴) میں ایک دفتری مقدمہ میں ماخوذ ہوں۔ جس کی میں نے اپیل دائر کی ہوئی ہے۔ احباب میری بریت کے لئے دعا فرمائیں۔ محمد شفیع سورکیپر موضع سلیم پور ضلع سیالکوٹ۔

(۵) میرا بچہ عبد المالک چند دن بعارضہ اسہال بیمار رہا۔ اب قدرے افاقہ ہے۔ احباب دردِ دل سے صحت کاملہ کے لئے دعا فرمائیں۔ ضیاء الدین میچ فیکٹری لانڈھی کراچی۔ (۶) ڈاکٹر عبد الرشید صاحب پریذیڈنٹ حلقہ بھاٹی گیٹ لاہور کی اہلیہ محترمہ عرصہ سے علیل چلی آتی ہیں۔ احباب کرام ان کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعا فرمائیں۔ خاکسار غلام محمد ثاقب احمدی لوہاری منڈی لاہور

(۷) خاکسار امسال میٹرک کا امتحان دے رہا ہے۔ احباب میری اعلیٰ کامیابی کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائیں۔ رفیق احمد اختر دہم اے۔ ٹی۔ آئی ہائی سکول ربوہ۔ (۸) عزیزم بشیر احمد کا فائنل کا امتحان شروع ہے۔ احباب دردِ دل سے کامیابی کے لئے دعا فرمائیں۔ خاکسار مستری منظور احمد جماعت احمدیہ تہال

دریافت کیا گیا۔ کہ بتاؤ تم کہاں گئے تھے۔ کیا کچھ دیکھا سنا۔ تو انہوں نے جواب نفی میں دیا۔ کہ ہم نے تو کوئی نئی دنیا نہیں دیکھی۔ بس اندھیرا ہی اندھیرا تھا اس سے وہ نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ اخروی زندگی محض خیال اور بے حقیقت واہمہ ہے۔

اس کے متعلق اول تو یہ عرض ہے۔ کہ حقیقی مردے کبھی دوبارہ دنیا میں واپس نہیں آسکتے۔ اور جن کے متعلق ایسا دعویٰ ہے۔ وہ حقیقی مردے نہ تھے۔ بلکہ وہ ایسے مریض تھے۔ جن پر غشی یا سکتہ کی حالت طاری تھی۔ اور نادان اس کو مردہ سمجھ کر کفن دفن کا سامان کر دیتے ہیں۔ ان حالتوں کو ڈاکٹری میں حیاتِ معلقہ یعنی Suspended Animation کہتے ہیں۔ حقیقی مردہ وہ ہوتا ہے۔ جس کی روح مستقل اور مکمل طور پر جسم عنصری سے پرواز کر چکی ہو۔ اور جس کی علامت یہ ہوتی ہے۔ کہ حرکتِ قلب (دورانِ خون) مستقل اور مکمل طور پر بند ہو جاتی ہے۔ نہ یہ کہ روح معلق حالت میں ہو۔ (یعنی قلب غیر محسوس طور پر چل رہا ہو) جو علاج سے واپس آسکتی ہے۔

دوسرے اس پر اعتراض یہ بھی ہے۔ کہ اگر فرض کر لیا جائے۔ کہ وہ حقیقی مردے ہی تھے۔ اور وہ دوبارہ زندہ ہو کر اس دنیا میں آگئے تھے۔ تو بھی ان کی شہادت جو نفی میں ہے۔ ہمارے لئے حجت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ مرنے کے بعد انسان کی روح کی طاقتیں موجودہ (مادی) دماغ سے تعلق منقطع ہو جانے کی وجہ سے معطل ہو جاتی ہیں۔ اور جسم اور روح دونوں گڑھوں میں پڑ جاتے ہیں۔ اور جب تک روح کو برزخ (جو ہر انسان کی روحانی جزء ہے۔ اور جو رحمِ مادر کی مانند ہوگی) رکھ کر دوبارہ نشوونما نہ دی جائے۔ وہ نسبتاً بغیر احساس کے ہوتی ہے۔ اس نشوونما اور ارتقاء کی غرض اس کو لقائے الٰہی کے قابل بنانا ہے۔ نیز اس تدریجی ترقی کے بعد ہی وہ اس قابل ہو سکتی ہے۔ کہ کامل عذاب یا ثواب کو چکھ سکے۔ اور اگر دنیا میں اس ترقی یافتہ روح کا واپس آنا جسم عنصری میں ممکن ہو۔ تو پھر وہ وہاں کے حالات بتلا سکتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ سنت اللہ کے خلاف ہے۔ مگر یہ چند منٹ یا چند گھنٹوں بلکہ چند دنوں کی بے ہوشی (جس کا نام عوام موت رکھتے ہیں) کے بعد روح کیا بتا سکتی ہے کہ وہ کہاں گئی تھی۔ اسکی مثال تو ایسی ہی ہے۔ جیسے کوئی بچہ رحمِ مادر سے نویں ماہ کے قریب ذرا ہل جائے۔ اور اس کا چہرہ ایک منٹ کے لئے دنیا کی ہوا اور روشنی سے مستفید ہو کر واپس شکمِ مادر میں چلا جائے۔ بعد اتفاق سے رحم میں اس کا ایک بھائی یا بہن (توام) بھی ہو۔ اور وہ اس سے دریافت کرے۔ کہو بھائی جان۔ تم اس قید خانہ سے باہر نکلے تھے۔ کیا کچھ دیکھا سنا۔ کیا اس تاریک کوٹھڑی سے باہر بھی کوئی جہان ہے۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ وہ بے چارا اس دنیا کے حالات اس کو کیا بتلا سکے گا۔ اس کو اگر کچھ یاد ہوگا۔ تو صرف یہ کہ رحم کے سکڑنے سے سر کو سخت چوٹیں آتی ہیں۔ اور کئی گھنٹوں تک بچہ چوٹوں، سر درد اور چکروں میں مبتلا رہتا ہے۔

پس اس دنیا میں مُردوں کی ارواح کا جسم عنصری میں واپس آنا ایسا ہی خلافِ عقل اور محال ہے۔ جیسا کہ کسی پانچ سات سالہ بچے کو رحمِ مادر میں واپس کرنے کی کوشش کرنا۔ مگر ظاہر ہے۔

اگر بفرضِ محال ماں کا پیٹ چاک کر کے بھی بچے کو زور سے رحمِ مادر میں داخل کر دیا جائے۔ تو بھی بچہ زندہ نہیں رہ سکے گا۔ کیونکہ اس کے قلب اور دورانِ خون۔ اعضائے تنفس اور پیٹ (ناف) میں بعد ولادت ایسے تغیرات ہو چکے ہوتے ہیں۔ کہ وہ ماں کے خون سے دوبارہ خوراک حاصل نہیں کر سکتا۔ نہ ہی وہ اپنے ناصاف وریدی خون کو ماں کے پھیپھڑوں کی آکسیجن سے صاف کرا سکتا ہے۔ پس ثابت ہوا۔ کہ جسم عنصری کے ساتھ رجوعِ موتیٰ نہ صرف خلافِ سنتِ الٰہی ہے۔ بلکہ یہ عقل۔ مشاہدہ اور ارواح کی مسلسل ارتقاء کے بھی خلاف ہے۔ اس لئے محال ہے۔

روحانی رجوعِ موتیٰ (کشفِ قبور)

ہاں ایک روحانی صورت رجوعِ موتیٰ کی ہے۔ جس میں فوت شدہ ارواح لطیف روحانی اجسام کے ساتھ اذنِ الٰہی سے دنیا میں واپس کی جاتی ہیں۔ اور وہ کشفِ قبور کا مسلمہ طریق ہے۔ ہزارہا انبیاءؑ اور اولیاء کرام کا یہ تجربہ ہے۔ کہ وہ عین بیداری میں فوت شدہ ارواح سے باتیں کرتے اور ان سے حالات دریافت کرتے ہیں۔ اور یہ اجسام نیکوں کے نورانی ہوتے ہیں۔ اور بدوں کے ظلمانی (اسکی تفصیل آگے آئیگی) مگر ظاہر ہے کہ اس قسم کی شہادت ہر کس و ناکس کو نہیں مل سکتی۔ کیونکہ اس کے لئے نہایت لطیف روحانی حواس کی ضرورت ہے۔ جو سخت مجاہدات اور چلہ کشی کے بعد ہی مل سکتے ہیں۔

عربی لغت سے قیامت کے معنے

عربی زبان کا یہ کمال ہے۔ اور وہ دوسری زبانوں سے اس لحاظ سے منفرد اور ممتاز ہے۔ کہ اس کے الفاظ پُرحکمت اور پُرمعانی ہوتے ہیں۔ یعنی الفاظ کی بندش اور ان کے روٹ اس قسم کے ہیں۔ کہ اس کے اسماء۔ مسمیات کی حقیقت ان کی صفات اور افعال کو بھی بیان کر دیتے ہیں۔ مثلاً عربی زبان میں مادی دل کو قلب کہتے ہیں۔ جس کے لغوی معنے ہیں پھرنے والا۔ منقلب اسی سے بنا ہے۔ گویا اس کے نام ہی میں دورانِ خون کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ یہی حال دیگر ضروری اسماء کا ہے۔ مگر مثال کے لئے ایک کا ذکر کافی ہے۔ دوسری زبانوں میں قلب کے لئے جو الفاظ ہیں۔ مثلاً روح (سواحیلی) زڑہ (پشتو) دل۔ ہارٹ۔ کارڈم (لاطینی) وغیرہ ان کے اندر یہ حقیقت نہیں پائی جاتی۔

عربی زبان میں قیامت اور بعث بعد الموت کے متعلق کئی الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ جو زمانہ اسلام سے قبل بھی رائج تھے۔ اور وہ سب ایک نئی زندگی اور اس کے تسلسل کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اور یہ بھی عربی زبان کے الہامی اور قدیم زبان ہونے کا ثبوت ہے۔ ان میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے:۔

(۱) بعث۔ اس کے لغوی معنی ہیں مبعوث یعنی کھڑا کرنا۔ اور اندرونی طاقتوں کو نشوونما دے کر ترقی کی انتہائی منازل تک پہنچانا۔ اور انسانی روح کو لقائے الٰہی کے قابل بنانا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت باعث بھی ہے۔ اسی طرح خود قیامت کا لفظ بھی قام سے نکلا ہے۔ جس کے معنی ہیں کھڑا کرنا یا دوبارہ اٹھانا۔ چست اور سیدھا کرنا۔ (یعنی کس بل نکال دینا) کجیاں دور کرنا وغیرہ

(۲) رجوع:۔ اس کے معنے ہیں واپس لوٹنا اور مراد یہ ہے۔ کہ روح جہاں سے آئی تھی۔ وہاں ہی لوٹ جائے۔ یعنی اپنے مبدء۔ رب اور خالق کے دربار میں واپس جائے۔

(۳) معاد۔ اس کے معنے لوٹنے کے ہیں۔

(۴) حشر:۔ اس کے لغوی معنے ہیں اکٹھا کرنا اور جمع کرنا۔ قیامت کو یوم حشر اسی واسطے کہا جاتا ہے۔ کہ اس دن جسم کے ان ذرات کو جو غیر مرئی اور لطیف صورت میں ہوں گے۔ مرئی اور محسوس صورت میں جمع کر کے تمام وہ ارواح اکٹھی کر دی جائیں گی۔ جو آدم اول کے وقت سے جن سے نسلِ انسانی کی ابتدا ہوئی تھی۔ قیامت تک دنیا میں آتی رہی ہوں گی۔

(۵) نشر۔ قرآن کریم میں آتا ہے۔ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ۔ جس کے لغوی معنی ہیں۔ پھیلانا یا دوبارہ کھڑا کرنا۔ زندہ کرنا الگ الگ کر کے اونچا بلند اور نمایاں کرنا۔ قیامت کے روز بھی بنی نوع انسان کے تمام اعمال کا ریکارڈ جو مخفی اور غیر مرئی تھا۔ نمایاں کر کے پھیلا دیا جائیگا۔ اور اس کو مرئی صورت دے دی جائیگی۔ جس طرح سینما کی فلم کو ڈیولپ کر کے آشکارا کیا جاتا ہے۔ اور انسان دوبارہ زندہ ہو کر اپنے اعمال نامہ کو پڑھیں گے۔

(۶) برزخ:۔ وہ روحانی قبر جس میں ارواح مرنے کے بعد رکھی جاتی ہیں۔ اس کو عربی زبان میں برزخ کہتے ہیں۔ اس کے بھی لغوی معنے درمیانی زمانہ کے ہیں۔ یعنی یہ ایک ایسا عالم ہے۔ جو دنیا (عالم اکتساب) اور عالم بعث (یوم حشر) کے درمیان ہے۔ اور اس کی ترکیب میں بر اور زخ کا مفہوم ہے۔ جس کے معنے ہیں۔ اعمال کا زمانہ منقطع ہو گیا۔ اور جسم اور روح دونوں گڑھے میں پڑ گئے۔ (اس کی تفصیل آگے آئیگی)

(۷) وفات:۔ یہ لفظ ذی روح مخلوق کی موت کے لئے بولا جاتا ہے۔ اور اس میں بھی روحِ انسانی کی بقاء کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ جو حیاۃ الآخرۃ کا ضروری جزو ہے۔ عربی زبان میں انسان کی موت کے لئے توفی کا لفظ بولا جاتا ہے۔ خصوصاً جب اشارہ ذی روح مفعول کی طرف ہو۔ اور اللہ تعالیٰ فاعل ہو۔ مگر غیر ذی روح مخلوق کی موت کے لئے لفظ مات یا مات ہے۔ جو کہ اس کی فنا کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ہاں انسان کی موت کے لئے بھی کبھی لفظ مات آجاتا ہے۔ مگر وہاں اشارہ اس مادی جسم سے ناکارہ یا فنا ہو جانے اور اسکی صفات کے تعطل کی طرف ہوتا ہے۔ توفی کے معنے قبض روح کے ہیں۔ خواہ وہ مستقل اور مکمل ہو۔ یعنی موت کی صورت میں یا عارضی اور نامکمل یعنی نیند کی حالت میں۔ یہ بھی اسی بات کا ثبوت ہے۔ کہ وفات کے بعد روحِ انسانی فنا نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کو قبض کر کے محفوظ رکھ لیا جاتا ہے۔ برخلاف ادنیٰ مخلوقات کے جن کی روح حیوانی (جس کا دوسرا نام زندگی ہے) جسم کی موت کے بعد فنا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ان کی روح (حیات) کا جسم سے الگ کوئی مستقل وجود نہیں ہوتا۔ ان کی زندگی (لائف) جسم کی ایک صفت ہوتی ہے۔ جو موصوف کی موت کے ساتھ ہی فنا ہو جاتی ہے۔ (باقی)

جماعت احمدیہ کی مجلس مشاورت ۱۹۵۴ء

۱۶-۱۷-۱۸ اپریل کو بمقام ربوہ منعقد ہوگی

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت سے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ جماعت احمدیہ کی مجلس مشاورت ۱۶ تا ۱۸ شہادت ۱۳۳۳ھش مطابق ۱۶ تا ۱۸ اپریل بروز جمعہ ہفتہ اور اتوار کو بمقام ربوہ ہوگی۔ جماعتیں اپنے نمائندگان کا انتخاب کر کے اطلاع دیں۔

سیکرٹری مجلس مشاورت

پیٹ کی بیماریاں اور ان کا علاج

پیٹ یا معدہ انسانی جسم کا سردار ہے۔ اگر معدہ خراب ہو۔ تو انسان کبھی تندرست نہیں رہ سکتا۔ اور طرح طرح کی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے اس لئے ہر شخص کو اپنی صحت کی بہتری اور اپنی عمر میں اضافہ کے لئے معدہ کا علاج کرنا چاہیئے۔ جس طرح ایک درخت کی جڑیں مٹی میں سے اپنے لئے خوراک خود تلاش کر لیتی ہیں۔ اور درخت کے ہر حصے۔ چھال تنے۔ پتے، پھولوں اور پھلوں کو نشو و نما دیتی ہیں۔ اسی طرح معدے میں بھی انتڑیوں کی شکل میں ایسی جڑیں موجود ہیں۔ کہ ہم جو خوراک استعمال کرتے ہیں۔ یہ انتڑیاں معدے میں اس سے جسم کے لئے چوس لیتی ہیں۔

لیکن جو لوگ معدے کو آرام نہیں دیتے۔ ان کے معدے کی انتڑیاں کمزور ہو جاتی ہیں۔ اور اس خوراک کو چوس نہیں سکتیں۔ یا چوسنے میں دیر لگاتی ہیں۔ اس لئے کھائی ہوئی چیز معدے میں پڑی رہتی ہے۔ اس سے بخارات اٹھتے رہتے ہیں۔ یہ بخارات دماغ کی طرف جاتے ہیں۔ تو سر درد ہوتا ہے اور نیند نہیں آتی۔ سر دل کی طرف ہو جاتے ہیں۔ تو خون کی گردش میں رکاوٹ پڑتی ہے۔ اور دل کی بیماری ہو جاتی ہے۔ قبض ہو جاتی ہے۔ تو اس سے بواسیر اور اسی قسم کی دوسری بیماریاں ہو جاتی ہیں یہی بیماریاں بعض اوقات معدے میں ہضم نہ ہونے والی خوراک کے ذرات کو گیس کی شکل میں بدل دیتی ہیں۔

خوراک کا صحیح استعمال

ظاہر ہے کہ معدے کو صاف رکھ کر ہم کئی بیماریوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اس لئے ہمیں سب سے پہلے خوراک کا صحیح استعمال کا طریقہ اپنانا چاہیئے۔ سب سے پہلے یہ ضروری ہے۔ کہ خوراک کا استعمال باقاعدگی سے کیا جائے۔ ہر وقت کھانے کی عادت ترک کر دینی چاہیئے۔ اس کے لئے وقت مقرر کر لینے چاہئیں تاکہ پہلا کھانا ہضم ہو جائے۔ تو اس سے دو تین گھنٹے بعد ہی کوئی دوسری چیز استعمال کی جائے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے۔ تو معدہ کو آرام نہیں ملتا۔ پہلی خوراک ہضم نہیں ہوئی۔ تو ہم دوسری چیز کھا لیتے ہیں۔ آخر معدہ بھی تو ایک مشین ہی ہے۔ ہر وقت کام کرتا ہے تو کمزور ہو جائے گا۔ اور اس سے خوراک ہضم نہیں ہو گی۔ اور معدے میں سے سڑاند اٹھتی رہے گی۔

صبح سویرے جو خوراک استعمال کی جائے۔ وہ ہلکی ہونی چاہیئے۔ دوپہر کو پوری خوراک استعمال کی جائے۔ مگر اس کے بعد آرام کی ضرورت ہوتی ہے رات کو بھی ہلکی ہی خوراک استعمال کرنی چاہیئے کھانا کھانے کے وقت زیادہ پانی استعمال نہیں کرنا چاہیئے۔ اور اس کے بعد تو ایک گھنٹے تک پانی نہیں پینا چاہیئے۔ خوراک متوازن ہونی چاہیئے۔ یعنی ایک ہی ترکاری یا سبزی بار بار استعمال نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ انہیں بدلتے رہنا چاہیئے۔ اس سے ہم کو وہ اجزاء ملتے رہتے ہیں۔ جو اسے مضبوط کرنے کے لئے بہت ضروری ہوتے ہیں۔

معدے کی ورزش

بعض لوگ شکایت کرتے ہیں۔ کہ وہ ہر روز سیر کرتے ہیں۔ مگر ان کا معدہ درست نہیں ہوتا۔ یہ لوگ اس بات کو بھول جاتے ہیں۔ کہ سیر سے اصلی فائدہ ٹانگوں کو ہوتا ہے معدے کو نہیں۔ معدے کی ورزش سیر سے مختلف ہے۔ اس کے لئے طریقہ یہ ہے۔ کہ آپ تن کر کھڑے ہو جائیے۔ اور زور سے اندر کو سانس لیں۔ تاکہ پیٹ اندر کی طرف دھنس جائے۔ اس کے بعد اسے اوپر کی طرف لے جانے کی کوشش کی جائے۔ بعد میں سانس چھوڑ دیجئے۔ یہ عمل آپ ہر روز دس پندرہ منٹ کریں گے۔ تو ہفتہ عشرہ میں ہی فرق معلوم ہو جائے گا۔ اگر شکایت زیادہ ہو۔ تو چاول۔ کڑھی اور دالوں کا استعمال کچھ دن نہ کیجئے۔ اور ساگ سبزی کا استعمال کیجئے۔ اس سے کافی فائدہ ہو گا۔ اس کے علاوہ چینی کا استعمال کم کر دینا چاہیئے۔

پیٹ کا اپھارہ

خوراک میں کبھی کبھی اچار کا استعمال ضرور کریں ہو سکے تو ہینگ اور دار چینی کا استعمال بھی کریں۔ اگر پیٹ کا اپھارہ دور نہ ہوتا ہو یعنی گیس خارج ہونے میں شرم آتی ہو۔ تو ایک پاؤ دودھ میں لہسن کے پھول دانے ڈال کر اسے اچھی طرح پکا لیں۔ یہ دودھ پی لیں۔ آدھے گھنٹے کے اندر اندر ہوا خارج ہو جائے گی۔ بد ہضمی کی حالت میں دودھ استعمال کرنا چاہیں۔ تو مکھن نکلا ہوا دودھ استعمال کریں۔ اور گھی کا استعمال کم کریں۔ ان کی وجہ سے خوراک آسانی سے ہضم نہیں ہوتی۔

چورن کا نسخہ

ذیل میں چورن کا ایک نسخہ درج کیا جاتا ہے اگر پیٹ میں اپھارہ ہو قبض ہو پیٹ کے کسی بھی حصے میں درد ہوتا ہو۔ تو اس چورن کو تازہ پانی کے ساتھ استعمال کریں۔ آدھ گھنٹے کے اندر اندر آرام آ جائے گا۔ یہ چورن ذائقہ دار اور ہاضم ہے۔ اس کا نسخہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

پیپلی۔ کالی مرچ۔ اجوائن۔ سونٹھ۔ زیرہ سیاہ نمک سیندھا گھی میں بھنی ہوئی ہینگ۔ تمام ادویات ہم وزن لے کر گولیاں حسب ضرورت ایک ماشے سے تین ماشے تک تازہ پانی کے ساتھ استعمال کریں

”ہاتھ سے کام کر کے زائد آمدنی پیدا کرو“

حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ ”کہ تیسری تحریک میں عورتوں میں بھی اور مردوں میں بھی کرنی چاہتا ہوں۔ کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے کاروبار ملازمت اور روزگار کے کام کے علاوہ اپنے ہاتھ سے کام کر کے زائد آمد پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ اور یہ زائد آمدنی اگر غریب ہو۔ تو اس کا ایک حصہ اور امیر ہونے کی صورت میں ساری کی ساری سلسلہ کو بطور چندہ پیش کرے عورتیں سوت کات کر یا پر نہ سے آزادانہ تیار کر کے میری اس تحریک پر عمل کر سکتی ہیں“ مومن اپنا ایک منٹ بھی بیکار ضائع نہیں کرتا۔ حضور کے اس ارشاد پر ایک سال گذر چکا ہے۔ لیکن ابھی تک لجنات اماء اللہ کی طرف سے کوئی رپورٹ موصول نہیں ہوئی ہر جگہ مستورات حضور کی اس تحریک پر عمل کریں۔ اور رپورٹ بھجوائیں۔

(جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ مرکزیہ ربوہ)

قابل توجہ عہدیداران لجنات اماء اللہ

مجلس مشاورت ۱۹۳۶ء میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فیصلہ فرمایا تھا۔ کہ آئندہ مردوں کے علاوہ ایسی مستورات سے بھی چندہ وصول کیا جائے۔ جن کی کوئی آمدنی ہو۔ البتہ ایسی مستورات کو جن کی آمدنی معین نہ ہو۔ حق ہو گا۔ کہ وہ حسب حالات و حیثیت چندہ میں حصہ لیں۔ اور وہ یا مقطوع ماہوار چندہ کی رقم معین کر دیں۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ضروری ہے۔ کہ ہر ایک جماعت کی سیکرٹری صاحبہ لجنہ اماء اللہ اپنی اپنی جماعت کی مستورات کے چندہ کا محاسبہ کریں۔ اور جن احمدی مستورات کے ذمہ سال رواں کا کوئی چندہ واجب الادا ہو۔ ان سے ان کے چندہ کی وصولی کا مناسب انتظام کریں۔ اور جس قدر ماہوار چندہ مستورات کی رقم وصول ہوا کرے۔ وہ ہر ماہ کی بیس تاریخ تک مرکز میں ارسال فرما دیا کریں۔

مناسب ہو گا۔ کہ ہر جماعت کی سیکرٹری صاحبہ لجنہ اماء اللہ اپنی اس کارگذاری کی رپورٹ نظارت ہذا کو بھی بھجوا دیا کریں۔ (ناظر بیت المال ربوہ)

قابل توجہ موصیان!

بجٹ فارم اصل آمد ۵۳-۱۹۵۲ء اکثر موصیوں کو بھیجا جا چکا ہے۔ اور باقیوں کو بھیجا جا رہا ہے اس فارم کا پُر کرنا ہر موصی کے لئے ضروری قرار دیا جا چکا ہے۔ اس فارم کو جلد سے جلد پُر کر کے ارسال فرمائیں۔ تاکہ آپ کو سالانہ حساب بھیجا جا سکے۔ اگر کسی صاحب کو فارم نہ ملا ہو۔ تو وہ دفتر ہذا کو مطلع فرما دیں تاکہ ان کو دوبارہ بھجوا دیا جائے۔

اور جن احباب کی طرف سے یہ فارم پُر ہو کر آ گیا ہے۔ ان کو سالانہ حساب بھجوا دیا گیا ہے۔ جن موصیوں کے ذمہ بقایا ہو۔ وہ جلد سے جلد بقایا ادا فرمائیں۔ کیونکہ قاعدہ یہ ہے۔ کہ جن کے ذمہ چھ ماہ یا اس سے زیادہ عرصہ کا بقایا ہو۔ ان کی وصیت منسوخ کر دی جائے گی۔

سیکرٹری مال صاحبان کی خدمت میں بھی درخواست ہے۔ کہ وہ موصیوں کا چندہ جلد سے جلد داخل خزانہ فرما دیں۔ تاکہ ان کا حساب درست رکھا جا سکے۔ (سیکرٹری مجلس کارپرداز ربوہ)

درخواست دعا

میرے والد صاحب میاں فخر الدین صاحب آف آبادان کی صحت قدرے خراب ہے۔ بزرگان سلسلہ و خدام ان کی صحت یابی کے لئے دعا فرمائیں۔ نیز خاکسار امسال ایف۔ ایس۔ سی کے امتحان میں شریک ہو رہا ہے۔ احباب جماعت سے کامیابی کے لئے درخواست ہے۔

(عبد الستار ابن میاں فخر الدین صاحب احمد نگر ضلع جھنگ)

زکوٰۃ اموال کو بڑھاتی اور پاکیزہ کرتی ہے

۲ر مارچ کا جلوس جس کی قیادت مولانا اختر علی کر رہے تھے تشدد انگیز تھا

مرد اور خواتین جو مسجد وزیر خان میں امن و امان کی اپیل کرنے گئی تھیں ان پر آوازے کسے گئے

سیّد اعجاز حسین شاہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور کا بیان

(گذشتہ سے پیوستہ)

سوال:۔ ہمیں علم ہے کہ ۲۸ر فروری اور یکم مارچ کو جو جلوس نکلے تھے۔ ان میں حصہ لینے والے کئی افراد کو گرفتار کرنا پڑا تھا۔ کیا وہ جلوس اس جنگ کا حصہ نہ تھے؟ جواب:۔ وہ تو ایجی ٹیشن کی محض ایک ابتداء تھی۔ اور وہ جلوس پُر امن تھے۔ اور ایسے ہی تھے جیسے دیگر سلسلوں میں لاہور میں اور جلوس نکلا کرتے تھے۔ مثلاً مزدوروں کے احتجاجی جلوس وغیرہ۔ سوال:۔ تو آپ کے بیان کے مطابق لڑائی ۲ر تاریخ کی صبح کو شروع ہوئی اور ۲ر تاریخ کو آدھی ختم ہو گئی؟ جواب:۔ ۲ر کو جو ایجی ٹیشن تھی وہ ۲ر تاریخ کو نظر نہیں آتی تھی۔ سوال:۔ کیا ۲ر تاریخ کے جلوس میں اس کے سوائے کوئی اور بھی خاص بات تھی کہ مولانا اختر علی خان اس جلوس کی قیادت کر رہے تھے۔ اور جلوسیوں یا تماشائیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی؟ جواب:۔ اس جلوس کی صرف یہی ایک خصوصیت نہیں تھی بلکہ وہ جلوس تشدد انگیز بھی تھا۔ سوال:۔ کیا ۲۸ر فروری یا یکم مارچ کو تشدد کے کوئی واقعات رونما نہیں ہوئے؟ جواب نہیں۔ سوال:۔ اگر جلوس اس جنگ کے اجزاء تھے تو پھر آپ نے اس جنگ کو اس کے آغاز پر ہی دفعہ ۱۴۴ کے نفاذ کے ذریعے کیوں نہیں روکا؟ جواب:۔ شروع سے میرا خیال یہ تھا کہ یہ تحریک اپنے آپ ہی ختم ہو جائے گی۔ کیونکہ جلسوں اور جلوسوں کی تنظیم کرنے کے لئے کوئی قابل ذکر آدمی موجود نہ تھے۔ اور عوام بھی اس قسم کی ایجی ٹیشن کو پسند نہیں کر رہے تھے سوال:۔ کیا مولانا اختر علیخان اور مولانا داؤد غزنوی جلوسوں کی تنظیم کے لئے موجود نہ تھے؟ جواب:۔ مولانا داؤد غزنوی تو سامنے نہیں آ رہے تھے۔ اور مولانا اختر علی خان لاہور سے غائب ہو گئے تھے۔ سوال:۔ ایس ایس پی نے اپنے تحریری بیان میں ۳ر مارچ کے واقعات کے متعلق مندرجہ ذیل بیان دیا ہے

"(۱) شر پسندوں نے سیالکوٹ میں پولیس فائرنگ کے متعلق بڑی بڑی افواہیں پھیلائی تھیں

(۲) انارکلی میں ۱۲ اشخاص کو دفعہ ۱۴۴ توڑنے کی بناء پہ گرفتار کیا گیا تھا۔

(۳) ایک خلاف قانون جلوس کو جو نیلا گنبد کی طرف سے مال روڈ کی طرف آ رہا تھا۔ بذریعہ لاٹھی چارج منتشر کیا گیا تھا۔

(۴) چند لوگوں کے ایک مجمع کو جو چیرنگ کراس کی طرف آ رہا تھا۔ ہلکا سا لاٹھی چارج کر کے منتشر کیا گیا تھا۔

(۵) اور جلوس کو جو قریباً ایک سو اشخاص پر مشتمل تھا اور جو گورنمنٹ ہاؤس کی طرف آ رہا تھا لاٹھی چارج کر کے منتشر کیا گیا تھا۔

(۶) قریباً ۶۰ مشتعل اشخاص پر مشتمل ایک جلوس جو میکلوڈ روڈ کی طرف سے چیرنگ کراس کی طرف آ رہا تھا۔ منتشر ہو جانے کو کہا گیا۔ مگر اس نے پولیس پر خشت باری کی۔ اس پر انسپکٹر سلطان احمد نے تین گولیاں چلائیں۔

(۷) باہر سے جتھے لاہور میں متواتر داخل ہو رہے تھے۔

(۸) مجھ پر یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ یہ تحریک وسیع پیمانے پر پھیل چکی تھی۔ اور کہ اب یہ مسئلہ جتنا خیال کیا جاتا ہے۔ اس سے بہت بڑھ چکا ہے"

سوال:۔ کیا آپ صورت حال کے اس جائزے سے متفق نہیں؟ جواب:۔ جن خیالات کا اظہار آخری دو فقروں میں کیا گیا ہے۔ وہ درست ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تحریک وسیع پیمانے پر پھیل چکی تھی۔ غیر قانونی اجتماعوں سے شاید ان کی مراد وہ جتھے ہیں جو باہر سے لاہور کی طرف آ رہے تھے اس دن مجھے صرف ایک غیر قانونی اجتماع کا علم ہوا تھا جو انارکلی سے متعلق تھا اور یہاں لاٹھی چارج کیا گیا تھا۔ سوال:۔ کیا آپ نے اس بات کا پتہ لگایا تھا یہ چھوٹے یا بڑے جلوس جو شہر سے نکلے تھے۔ مال روڈ اور گورنمنٹ ہاؤس کی طرف کیوں آ رہے تھے؟ جواب:۔ میرا خیال نہیں کہ یہ سب شہر سے نکلے تھے ان میں سے بیشتر وہ جتھے تھے جو مضافات سے لاہور آ رہے تھے۔ وہ گورنمنٹ ہاؤس کی طرف اسلئے آ رہے تھے کیونکہ ان کے پاس اور کہیں جانے کو جگہ نہ تھی اور انہیں یہ بھی معلوم تھا۔ کہ گورنمنٹ ہاؤس کی طرف جانے سے ایجی ٹیشن کو تقویت پہنچے گی۔ سوال:۔ کیا یہ امر واقعہ ہے کہ ان میں سے کوئی جتھہ بھی وزیر اعلیٰ کی کوٹھی کی طرف نہیں گیا تھا؟ جواب:۔ جی ہاں وزیر اعلےٰ کی کوٹھی کی طرف ایک جتھہ بھی نہیں گیا تھا عدالت کے اس استفسار پر کہ کیا وجہ تھی کہ یہ جلوس وزیر اعلےٰ جو حکومت کے اعلیٰ سربراہ تھے کی کوٹھی کی طرف جانے کی بجائے گورنمنٹ ہاؤس کیوں گئے تھے۔ گواہ نے کہا کہ [illegible]

دالوں سے پوچھا جائے۔ سوال:۔ دہلی گیٹ یا کسی اور مقام سے جلوس کی روانگی سے قبل کیا آپ کو اس کا علم تھا۔ کہ وہ جلوس وزیر اعلیٰ کی کوٹھی نہیں جا رہا؟ جواب:۔ نہیں۔ سوال:۔ پھر آپ نے مجسٹریٹوں کے نام حکم کیوں جاری کیا کہ جلوسوں کو گورنمنٹ ہاؤس ہی جانے سے روکا جائے؟ جواب:۔ یہ میرے اندازے کی بات تھی۔ اور اس بات کی تعریف کی جانی چاہیئے کہ یہ میرا اندازہ صحیح تھا۔ بات یہ ہے کہ تمام جلوس گورنمنٹ ہاؤس کا ہی رُخ کرتے ہیں۔ اور میں نے حالات کا صحیح اندازہ لگا لیا تھا۔ سوال:۔ آپ نے یہ اندازہ کسی بنیاد پر ہی قائم کیا ہوگا؟ جواب:۔ میں نے یہ اندازہ اپنے تجربے کی بناء پر قائم کیا اس سلسلے میں مجھے اپنے بیان کی وضاحت کرنے دیجئے آخر تو ایڈمنسٹریشن چلانا بھی تو ایک ہنر ہی ہے جو تجربے اور قانون کے مطالعہ سے آتا ہے۔

سوال:۔ کیا آپ صرف اتنی ہی وضاحت کرنا چاہتے تھے؟ جواب:۔ ہاں۔ سوال:۔ کیا آپ کو یاد ہے کہ ۱۹۴۷ء میں تمام جلوس اس وقت کے وزیر اعلےٰ ملک خضر حیات خان ٹوانہ اور وزیر مال مظفر علی قزلباش کی کوٹھیوں کا رخ کر رہے تھے؟ جواب:۔ میں ان دنوں لاہور میں نہیں تھا۔ لیکن مجھے مزدوروں اور "یوم کشمیر" کے جلوسوں کا علم ہے۔ جو سب کے سب گورنمنٹ ہاؤس کی طرف ہی بڑھتے رہے ہیں

گواہ نے وکیل کی جرح کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ انہوں نے کبھی وزیر اعلےٰ سے یہ نہیں کہا تھا کہ بہتر ہوگا اگر وہ سارے شہر کا دورہ کریں اور صورت حال کا مطالعہ کریں۔ گواہ نے کہا کہ انہوں نے کبھی ایسی خواہش کا اظہار نہیں کیا۔ گواہ نے مزید کہا کہ یہ بات درست نہیں کہ حکومت کی پالیسی یہ تھی کہ کسی جلسے اور جلوس میں اس وقت تک کوئی مداخلت نہ کی جائے۔ جب تک تشدد کا کوئی مظاہرہ نہ ہو سوال:۔ پھر پالیسی کیا تھی؟ جواب:۔ پالیسی یہ تھی کہ امن و امان بحال کیا جائے۔ سوال:۔ یہ پالیسی کس کی تھی؟ جواب:۔ میری۔ سوال:۔ کیا آپ کی پالیسی حکومت کی پالیسی سے مختلف تھی؟

جواب:۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ حکومت کی پالیسی ٹھیک ٹھیک طور پر کیا تھی۔ میں تو صرف اتنی ہی باتیں جانتا تھا۔ جو مجھے پالیسی کے متعلق سرکاری چٹھیوں کے ذریعے بتائی جاتی تھیں۔ سوال:۔ میں آپ سے کہتا ہوں کہ ۳ر تاریخ کو صورت حال کے بارے میں آپ [illegible]

آپ کے غلط اندازے کی وجہ سے ضلع کے حکام اور دیگر اعلےٰ افسر مطمئن ہو گئے تھے؟ جواب:۔ کسی کے مطمئن ہو کر بیٹھ جانے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا ہم سب تحریک کی وسعت و شہرت کے متعلق پوری طرح چوکنے تھے۔ گواہ نے عدالت کو بتایا کہ حکام ابتداء ہی سے چوکنے تھے۔ وکیل نے جرح جاری رکھتے ہوئے پوچھا۔ سوال:۔ ۴ر مارچ کو مسجد وزیر خاں کے قریب جو حادثات پیش آئے۔ اس سلسلے میں آپ نے اپنے تحریری بیان میں کہا ہے۔ کہ سید فردوس شاہ مرحوم ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس چوک میں قتل کئے گئے تھے۔ آپ نے کس اطلاع کی بناء پر یہ نتیجہ اخذ کیا تھا۔ جواب:۔ غالباً میں نے ایک رپورٹ میں یہ بات پڑھی تھی۔ سوال:۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ مولانا عبد الستار نیازی اور دیگر افراد کے خلاف فوجی عدالت میں اس الزام پر مقدمہ چلایا گیا تھا۔ کہ انہوں نے مسجد کے اندر فردوس شاہ کو قتل کیا تھا؟ جواب:۔ مجھے معلوم نہیں

سوال:۔ آپ نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ آپ نے لاہور کی بعض خواتین و حضرات سے اپیل کی تھی۔ کہ وہ مسجد وزیر خان جائیں اور حالات کو سدھارنے کی کوشش کریں۔ وہ خواتین کون تھیں جن سے آپ نے یہ اپیل کی تھی؟ جواب:۔ میں نے صرف خواتین ہی سے اپیل نہیں کی تھی۔ بلکہ میری یہ اپیل ان تمام لوگوں سے تھی جو جلسے میں موجود تھے۔ جو خواتین جلسے میں موجود تھیں۔ ان میں محمودہ بیگم۔ بیگم جہاں آرا خان بیگم سلطان تصدق حسین شامل تھیں۔ بیگم عرفان اللہ ان دنوں لاہور میں نہیں تھیں۔ اگر وہ یہاں ہوتیں۔ تو مجھے یقین ہے کہ وہ مسجد وزیر خاں میں ضرور جاتیں ان خواتین نے مسجد وزیر خاں جا کر بلاشبہ بڑی بہادری دکھائی تھی۔ مرد بھی گئے تھے۔ سوال:۔ جو لوگ وہاں گئے تھے کیا ان کا خیر مقدم کیا گیا تھا؟ جواب:۔ جی نہیں۔ سوال:۔ ان سے کیا سلوک ہوا؟ جواب:۔ ان پر آوازے کسے گئے تھے۔ اور ان پر یہ شبہ کیا گیا تھا کہ وہ حکومت کے ایجنٹ بن کر آئے ہیں

عدالت کی اجازت سے مولانا میکش نے گواہ سے پوچھا کہ کیا خواتین سے وہاں یہ سوال نہیں کیا گیا کہ وہ مسجد میں اب کیوں آئی ہیں۔ جبکہ وہ اس سے قبل وہاں نماز پڑھنے کے لئے کبھی نہیں آئیں؟

گواہ نے جواب دیا۔ اس کے بارے میں مجھے کوئی تفصیل معلوم نہیں۔

مراقش میں برف کا طوفان

پانچ ہزار اشخاص گھر گئے

کاسابلانکا، ۷ر فروری۔ یہاں شدید برفباری کی وجہ سے بہت سے علاقے منقطع ہو گئے ہیں اور تقریباً پانچ ہزار مراقشی گھر گئے ہیں۔

اگر مجھے اپنی مرضی کرنے دی جاتی تو میں ۵ مارچ کو گولی چلانے پر پابندی نہ لگاتا

بلوائیوں نے شہر کی کوتوالی کو گھیر رکھا تھا

تحقیقاتی عدالت میں لاہور کے سابق سینئر سپرنٹنڈنٹ پولیس مرزا نعیم الدین کا بیان

گذشتہ سے پیوستہ

س: اس صورت میں کہ یہ خط آپ کے دفتر میں وصول کیا گیا۔ آپ اس بات سے اتفاق کریں گے کہ یہ ضرور آپ کو پیش کیا گیا ہوگا۔ اور آپ نے اس کے دیکھنے کے بعد اس پر دستخط کئے ہوں گے۔ ج: جی ہاں۔ س: کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ یہ خط اگر ایس۔ ایس پی لاہور کے دفتر میں وصول کیا گیا ہو تو یہ اس دفتر کی کس فائل میں ہوگا۔ ج: یہ ایس ایس پی کے دفتر کی سپیشل برانچ سے تلاش کیا جا سکتا ہے۔ س: اگر آپ اس خط کو پڑھیں۔ تو کیا آپ کو یاد آجائے گا۔ کہ اسے آپ نے وصول کیا تھا؟ ج: ہو سکتا ہے کہ میں نے وصول کیا ہو۔ لیکن میں فائل دیکھنا چاہتا ہوں۔ س: آپ نے کہا ہے۔ کہ مرزا عباس ڈی۔ ایس پی کو گورنمنٹ ہاؤس سے جو ملا تھا یو وصول ہوا تھا۔ اس کا کوئی ریکارڈ ضرور ہوگا کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ یہ ریکارڈ ہو سکتا ہے۔ ج: ان دنوں ایک علیحدہ رجسٹر بنایا گیا۔ جس میں اس طرح کی تمام چیزیں لکھ دی جاتی تھیں ٹیلیفون پر موصول ہونے والی ہدایات اس رجسٹر یا کوتوالی کے روزنامچے میں ضرور درج کی گئی ہونگی انہوں نے کہا۔ کہ میں نے یہ اندراج روزنامچے یا رجسٹر میں نہیں دیکھا تھا۔ س: اس پیغام میں جو کچھ کہا گیا تھا اس کے متعلق آپ نے دو دن بعد جب ان سے بات کی۔ تو کیا انہوں نے آپ سے کہا تھا کہ انہوں نے ٹیلیفون پر موصول ہونے والے پیغام کو ان دونوں رجسٹروں سے کسی ایک پر اندراج کیا ہے یا نہیں۔ ج: میں نے ان سے یہ نہیں دریافت کیا تھا کہ انہوں نے اس پیغام کا اندراج کر لیا ہے یا نہیں انہوں نے کہا کہ میں نے اس کا تذکرہ نہیں کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ میں ۲۷ فروری ۱۹۵۳ء کی شام کو لاہور میں موجود تھا۔ س: کیا آپ نے ۲ فروری کی شام کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ انسپکٹر جنرل پولیس ہوم سیکرٹری یا دوسرے افسر سے ملاقات کی تھی؟ ج: شام کو انسپکٹر جنرل پولیس نے مجھے اپنے مکان پر بلوایا تھا۔ انہوں نے ایسا ہوم سیکرٹری اور وزیر مال کی کراچی سے واپسی کے بعد جلد ہی کیا تھا۔ س: کیا انہوں نے لاہور کی صورت حال کو نپٹنے کے سلسلے میں کوئی زبانی ہدایت دی تھی۔ ج: انسپکٹر جنرل پولیس نے مجھ سے کہا۔ کہ وہ لوگ رضاکاروں کے سلسلہ میں کوئی کارروائی کرنے والے ہیں۔ اور سی۔ آئی۔ ڈی وارنٹ جاری کرنے اور گرفتاریاں عمل میں لانے جا رہی ہے۔ اور مجھے اس کی مدد کے لئے ضلع پولیس فراہم کرنی چاہیئے۔ س: کیا انہوں نے آپ سے یہ بھی کہا تھا کہ حکومت نے فیصلہ کیا تھا کہ تحریک راست اقدام کے محرکوں کے چیلنج کا جواب دیا جائے اور تحریک میں حصہ لینے والوں کے خلاف سخت کارروائی کی جائے۔ ج: میں نے ان کی گفتگو سے اندازہ لگایا تھا کہ وہ سخت پالیسی اختیار کر رہے ہیں۔ س: کیا آپ نے ایس پی لاہور کو فرائض ادا کرتے وقت عزم صمیم اور قطعیت سے کام لیا۔ ج: میں نے حتی المقدور کوشش کی تھی۔ س: کیا آپ نے ۲۸ فروری کو اور اس کے بعد فسادات کے بارے میں کوئی کارروائی نہ کی۔ جس کے متعلق اب آپ کا خیال ہے۔ اگر آپ نے وہ کارروائی کی ہوتی۔ تو آپ صورت حال سے کامیابی سے نپٹ لیتے؟ ج: اس کے کہ اگر مجھے اپنی مرضی کرنے دی جاتی۔ تو میں ۵ تاریخ کو گولی چلانے پر پابندی نہ لگاتا۔ میں نے وفاداری اور اپنی زیادہ سے زیادہ قابلیت سے کام کیا۔ س: ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور اعلیٰ حکام کے علم میں یہ بات لانا کس کا فرض ہے۔ کہ امن و امان میں خلل پڑنے کا خدشہ ہے۔ اور اس کے پیش نظر آیا دفعہ ۱۴۴ کے تحت پابندی کرنی چاہیئے یا نہیں؟ ج: عام طور پر لاہور کے علاوہ دوسرے اضلاع میں اگر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صورت حال سے باخبر نہ ہو تو سپرنٹنڈنٹ پولیس کو درخواست کرتا ہے۔ لیکن لاہور میں پوزیشن مختلف ہے۔ یہاں پر ہمیں اپنے سے بڑے ان افسروں کے مطابق چلنا پڑتا ہے جو ہمارے سروں پر بیٹھے ہیں۔ س: یہ بات ان کے علم میں کون لائے گا کہ یہاں پر امن و امان میں خلل پڑنے کا اندیشہ ہے۔ ج: لاہور میں چونکہ سی۔ آئی۔ ڈی خفیہ اطلاعات اکٹھا کرتی ہے۔ عام طور پر یہ ان کے محکمے کی طرف سے تجویز کرنے پر دفعہ ۱۴۴ کے تحت کارروائی کی جاتی ہے۔ خاص طور پر موجودہ نوعیت کی ہنگامی صورت حال میں۔ س: لاہور میں ضلع سی آئی۔ ڈی کا انچارج کون ہے؟ ج: دوسرے اضلاع میں سپرنٹنڈنٹ پولیس ہی سی۔ آئی۔ ڈی کے اس کام کا انچارج ہوتا ہے۔ س: کیا یہ حقیقت ہے کہ سی آئی ڈی رپورٹ ایس ایس پی لاہور کو کوئی دخل نہیں رہتا؟

ج: میرے علم میں یہ بات۔ اس کے اپنے ایس۔ ایچ او اور تھوڑے سے سیکورٹی سٹاف کے ذریعہ آتی ہے عدالت نے انہیں تھوڑے سے سیکورٹی سٹاف کے متعلق بتانے کو کہا۔ انہوں نے جواب دیا کہ لاہور میں یہ ایک سب انسپکٹر چھ اسسٹنٹ سب انسپکٹروں اور اتنی ہی تعداد میں ہیڈ کانسٹیبلوں پر مشتمل ہوتی ہے گواہ نے کہا جہاں تک اس عملے کے فرائض کا تعلق ہے۔ انہیں ہر قسم کی خفیہ اطلاع کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ اور اس کی اطلاع ایس ایس پی کو دینی ہوتی ہے جو اسے مزید کارروائی کے لئے سی۔ آئی۔ ڈی کو بھجوا دیتا ہے۔ وکیل کی طرف سے جرح جاری رکھتے ہوئے انہیں مزید پوچھا گیا۔ کہ آیا انہیں اپنے سیکورٹی سٹاف سے ۲۸ فروری کو یا اس سے پہلے کوئی اس قسم کی اطلاع ملی تھی۔ گواہ نے جواب دیا کہ میں نے موصولہ اطلاعات کی بنا پر گڑبڑ کی توقع کی تھی۔ اور انہوں نے اس کا حوالہ اپنی ہفتہ وار ڈائریوں میں دیا تھا۔ س: کیا آپ نے اس کو خوش آئند سمجھا تھا۔ کہ ایڈمنسٹریشن کو مضبوط کرنے کے لئے ۲۸ فروری کو یا اس سے پہلے دفعہ ۱۴۴ کے تحت پابندیاں لگانا ضروری تھا۔ کہ اگر آپ نے ایسا محسوس کیا۔ تو کیا آپ نے اعلیٰ حکام کو کوئی سفارش کی۔ ج: میں نے دفعہ ۱۴۴ کے تحت کوئی رسمی تجویز کارروائی کے لئے پیش نہیں کی۔ کیونکہ آئی جی پولیس نے ۲۷ فروری کی شام کو جب انہوں نے گرفتاریوں وغیرہ کے متعلق ہدایات جاری کرنا شروع کر دی تھیں۔ تو انہوں نے قریباً صورت حال کا کنٹرول لے لیا تھا۔ س: کیا میں یہ سمجھوں کہ آپ نے آئی جی پولیس کو زبانی یا تحریری کوئی تجویز پیش نہیں کی تھی۔ کیونکہ آپ کے خیال میں اگر ۲۸ فروری یا اس سے پہلے دفعہ ۱۴۴ کے تحت پابندیاں عائد کر دی جائیں۔ تو اس سے عوام کے جذبات مشتعل ہوں گے۔ اور آپ نے اور ضلع کے دوسرے افسروں نے عوام کی رائے کو مزید بیدار نہ کرنا ہی عقلمندی سمجھی؟ ج: میں نے تمام حقائق ڈی۔ آئی۔ جی سی۔ آئی۔ ڈی کے سامنے رکھ دیئے تھے۔ اور ان کے احکام کا انتظار کر رہا تھا۔ میں اس پر عوام کی رائے بیدار ہونے کے متعلق نہیں سوچ رہا تھا۔ ج: میں پہلے ہی بتا چکا ہوں۔ کہ میں اس بارے میں سی۔ آئی۔ ڈی کی ہدایات کا منتظر تھا۔ انسپکٹر جنرل پولیس اس وقت ڈی آئی جی سی۔ آئی۔ ڈی کی حیثیت سے بھی کام کر رہے تھے۔ س: آپ نے کہا ہے۔ کہ گورنمنٹ ہاؤس سے مرزا عباس خان کو جو ہدایات موصول ہوئیں۔ وہ تمام متعلقہ افسروں کو پہنچا دی گئی تھیں۔ کیا یہ ہدایات آپ نے پہنچائی تھیں؟ کیا ان کا کوئی ریکارڈ ہے۔ جس سے پتہ چل سکے کہ یہ کس نے پہنچائیں کیسے پہنچائیں اور کب پہنچائیں؟ ج: میں نے ہدایات کسی کو نہیں پہنچائیں؟ س: کیا آپ کی نظر سے ایسا کوئی ریکارڈ گذرا ہے؟ ج: جی نہیں۔ س: ۶ تاریخ کی صبح کو آپ گورنمنٹ ہاؤس میں کس وقت پہنچے؟ ج: میرا خیال ہے۔ اس وقت کوئی آٹھ بجے کا عمل ہوگا۔ س: آپ نے ہمیں بتایا ہے کہ آپ وزیراعلیٰ کا بیان جاری ہونے سے کچھ دیر پہلے وہاں سے چلے آئے۔ یہ بیان دن کے ساڑھے بارہ بجے جاری ہوا تھا۔ آپ بتائیں۔ کہ اس دوران میں جب شہر میں ایک ہنگامہ بپا تھا آپ سارا وقت گورنمنٹ ہاؤس میں بیٹھے کیا کر رہے تھے؟ ج: میرا خیال ہے۔ میں گورنمنٹ ہاؤس میں دو گھنٹہ سے زیادہ نہیں ٹھہرا۔ اس دوران میں ایک دو مرتبہ میں ان فوجی افسروں سے ملنے گیا جو جم خانہ میں تھے۔ س: کیا یہ حقیقت ہے۔ کہ اس وقت بلوائیوں نے شہر کی کوتوالی کو گھیر رکھا تھا؟ ج: جی ہاں۔

اگر ۱۹۵۱ء میں ہی مناسب کارروائی کی جاتی تو تحریک اتنا شدید رنگ اختیار نہ کرتی

احرار ایجی ٹیشن کرنے والے ایک پیشہ ور گروہ کی حیثیت رکھتے ہیں انہوں نے آج تک ایک بھی تعمیری کام نہیں کیا

اس تحریک کے پیچھے ایک منظم گروہ کام کر رہا تھا

تحقیقاتی عدالت میں صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے وکیل شیخ بشیر احمد کے دلائل

لاہور ۷ فروری۔ فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے وکیل مسٹر بشیر احمد نے اپنی بحث کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ فروری کے آخری ہفتے اور مارچ کے اوائل کے واقعات سے یہ بات بالکل صحیح اور عیاں ہے کہ اس تحریک کے پیچھے ایک منظم گروہ کام کر رہا تھا۔

مسٹر بشیر احمد نے عدالت سے کہا کہ یہ واقعات کسی اچانک وجہ سے رونما نہیں ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ پاکستان کے شہریوں کے ایک فرقے کے خلاف نفرت بڑھ رہی تھی مگر یہ نفرت و حقارت ایک ایسے گروہ کی مسلسل و منظم کوششوں کا نتیجہ تھی کہ جس نے بالآخر سول مشینری کو مفلوج و معطل کر دیا۔

انجمن احمدیہ ربوہ کے وکیل نے مختلف واقعات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ چوہدری محمد ظفر اللہ خاں کو قتل کرنے کے لئے عوام کو اکسایا گیا۔ احمدیوں کی ایک مسجد کو آگ لگائی گئی۔ اور عوام سے کہا گیا کہ جو شخص چوہدری محمد ظفر اللہ خاں کا سر تن سے جدا کرے گا اس کو جنت ملے گی۔

انجمن احمدیہ ربوہ کے وکیل نے کہا کہ یہ باتیں ان بے شمار جلسوں کے علاوہ ہیں جو احمدیوں کے خلاف نفرت پیدا کرنے کے لئے منعقد کئے گئے اور "زمیندار" جیسے اخباروں میں اشتعال انگیز مضامین شائع کئے گئے۔ میاں انور علی ڈپٹی انسپکٹر جنرل سی۔ آئی۔ ڈی کے ۲۰ مئی کے نوٹ کا ذکر کرتے ہوئے انجمن احمدیہ ربوہ کے وکیل نے کہا کہ حکومت کی وہ ایجنسی جس پر حکومت کے لئے اطلاعات حاصل کرنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ صورت حال سے باخبر تھی۔ اور حکومت کو وقتاً فوقتاً بگڑتے ہوئے حالات سے باخبر رکھا جا رہا تھا اور احرار کی ایجی ٹیشن کے نتائج سے باخبر کر دیا گیا تھا۔ اور ایجی ٹیشن کے اصل محرک احرار کو خلاف قانون قرار دینے کی تجویز بھی پیش کی گئی تھی۔ لیکن ایجی ٹیشن کے خطرناک صورت اختیار کرنے کے بعد بھی حکومت نے احرار کو تنبیہ کرنے پر اکتفا کیا۔

صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے وکیل نے کہا کہ احرار ایجی ٹیشن کرنے والے ایک پیشہ ور گروہ کی حیثیت رکھتے ہیں اور کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ احراریوں نے آج تک ایک بھی تعمیری کام کیا ہے۔ انجمن احمدیہ ربوہ کے وکیل نے یہ خیال بھی ظاہر کیا کہ حکومت کو اس کا علم تھا کہ احرار ایجی ٹیشن چلا رہے ہیں جاہل عوام کے جذبات کو مشتعل کر رہے ہیں۔ اور مذہب کے نام پر عوام کو گمراہ کر رہے ہیں تو ایسی صورت میں حکام کو واضح طور پر یہ سمجھ لینا چاہیے تھا۔ کہ احرار دراصل پاکستان جیسی نوعمر مملکت میں انتشار پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ جو ابھی بے شمار مسائل سے دوچار ہے۔

انجمن احمدیہ ربوہ کے وکیل نے کہا کہ حکام کی بے عملی بے حسی اور قانون و امن کے محافظوں کی حیثیت سے اپنے فرائض کی ادائیگی میں حکام کی ناکامی کی وجہ سے حالات نے ایک ناخوشگوار صورت اختیار کی ہے۔ انجمن احمدیہ ربوہ کے وکیل نے کہا کہ اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ پاکستان کے شہریوں کے ایک فرقہ کا مذہب اپنے ماننے والوں سے یہ مطالبہ کرتا ہے۔ کہ وہ کسی دوسرے فرقے کے لوگوں کو قتل کر دے۔ تو ایسی صورت میں بھی ایسے قتل و خون کی اجازت نہیں دی جانی چاہیے کیونکہ ایسے مذہبی فریضے کی ادائیگی دوسرے شہریوں کے حقوق پر اثر انداز ہوتی ہے۔

مسٹر بشیر احمد نے بحث جاری رکھتے ہوئے مزید کہا کہ ایجی ٹیشن کے دوران میں مذہب کو ناجائز طریق پر استعمال کیا گیا۔ اور نفرت کا پرچار ایک ایسے طریق پر اور اتنے لمبے عرصے تک ایسے سامعین کے سامنے کیا جاتا رہا کہ اس کے وہی نتائج برآمد ہونے لازمی تھے۔ جیسا کہ گذشتہ سال فروری کے آخر اور مارچ کے شروع میں رونما ہوئے۔

وکیل موصوف نے مزید کہا کہ اگر مناسب کارروائی ۱۹۵۱ء میں ہی کی جاتی تو تحریک اتنا شدید رنگ اختیار نہ کرتی۔ مذہبی اختلافات ہمیشہ رہے لیکن انہیں کبھی اتنا بڑھایا نہیں گیا تھا۔ اور نہ ہی عوام کے ذہن کو اتنا زہریلا کیا گیا تھا۔ مسٹر بشیر احمد نے یہ بھی کہا کہ اگر میاں دولتانہ کا ذہن اتنا ہی صاف تھا تو وہ حکومت کے سربراہ اور صدر لیگ کی حیثیت سے عوام کو ان مسائل سے باخبر رکھتے۔ انہوں نے مزید کہا کہ احرار اور احمدیوں کے تمام جلسوں پر تو پابندی تھی۔ لیکن جن دوسرے جلسوں میں انہوں نے تقریریں کرنا ہوتیں۔ ان کی اجازت تھی تحریک کو ہوا دینے کا یہ ایک چور دروازہ تھا۔

وکیل نے کہا کہ جذبات کو پوری طرح مشتعل کیا گیا تھا اور مقصداً نفرت کو ہوا دی گئی۔ انہوں نے کہا کہ اس ناخوشگوار صورت حال کا الزام ان لوگوں پر آنا چاہیے جو امن و امان کے نگران تھے۔

مسٹر بشیر احمد نے اس طرف بھی توجہ دلائی کہ کانفرنسیں منعقد کی گئیں۔ لیکن ان میں جو فیصلے ہوئے ان پر عملدرآمد نہیں ہوا۔ اور انہیں عملی جامہ پہنانے کی کوئی پرخلوص کوشش نہیں کی گئی۔ اس اثناء میں طعن و تشنیع دشنام دہی اور ایذا رسانی کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ ان چیزوں نے حالات کی رفتار پر گہرا اثر ڈالا اور جو بالآخر فساد پر منتج ہوئے۔

انہوں نے کہا ایک جماعت کے لوگوں کے جذبات کا کسی قسم کا لحاظ نہ کرتے ہوئے مسلسل بے اعتنائی سے کام لیا جاتا رہا۔ بالعموم حکام کا رویہ یہ تھا۔ کہ اگر احمدیوں کو ایذا پہنچتی ہے تو پہنچنے دو۔ حالانکہ پریس ایکٹ اور سیفٹی ایکٹ استعمال کئے جا سکتے تھے جلسوں پر پابندی لگائی جا سکتی تھی۔ اور خلاف ورزی کی صورت میں [illegible] عمل میں لائے جا سکتے تھے [illegible] یہ بھی کہا کہ آئینی طریق سے مطالبات منوانے کا مقصد تھا کہ دستور ساز اسمبلی سے مطالبہ کیا جاتا یہ نہیں کہ ایک شخص کو قتل کر کے اپنا مطالبہ آگے رکھا جاتا۔ آپ نے کہا کہ جماعت اسلامی جو احمدیوں کو مرتد اور واجب القتل تصور کرتی ہے۔ اس نے بھی فکری طور پر اس تحریک کی حمایت کی لیکن بظاہر اپنے عمل ایجی ٹیشن سے اپنے آپ کو الگ رکھا اگرچہ مولانا مودودی نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اگر مطالبات نہ مانے گئے تو فسادات ہندو مسلم فسادات کی طرح پھیل جائیں گے۔ آپ نے کہا کہ ایسی بھی مثالیں تھیں کہ احمدیوں کو ان کے ہمسایہ مسلمانوں نے پناہ دی۔ ایجی ٹیشن کرنے والے تو پیشہ ور تھے۔ جنہوں نے تمام اخلاقی قدروں کی مخالفت کی اور فسادات برپا کئے۔
(بحوالہ ملت ڈھاکہ، ڈان)

بھارت میں ایک اور ہولناک حادثہ

سو سے زیادہ آدمی غرق ہو گئے

سورت (بھارت) ۷ فروری۔ آج یہاں سے تقریباً ۵ میل دور دریائے پورنا میں ایک کشتی الٹ گئی جس میں ۱۲۰ اشخاص سوار تھے۔ ان میں سے صرف ۱۰ اشخاص کو حادثہ کے کئی گھنٹے کے بعد پانی سے زندہ نکالا گیا۔ ان میں سے کئی افراد کی حالت نازک ہے۔ پولیس کا بیان ہے کہ دریا سے اب تک ۳۲ لاشیں ملی ہیں کشتی میں زیادہ تر بچے اور عورتیں سوار تھیں۔ اور وہ ایک میلے میں شرکت کے لئے جا رہے تھے۔

حادثہ جھمپیر کے زخمیوں کیلئے ریڈ کراس کا عطیہ

کراچی ۷ فروری۔ سندھ صوبائی ریڈ کراس نے جھمپیر کے نزدیک پاکستان میل کے حادثے میں زخمی ہونے والے افراد میں تقسیم کرنے کے لئے خشک دودھ کمبل۔ بستر کی چادریں۔ گرم جرابیں۔ صابن۔ چینی اور وٹامن کی گولیاں دی ہیں۔ پاکستان ریڈ کراس کے جنرل سیکرٹری مسٹر صفدر علی خاں کل سندھ ریڈ کراس کے سیکرٹری مسز آر پینٹر کی معیت میں این۔ ڈبلیو آر کے ہسپتال میں تشریف لے گئے اور ریڈ کراس کی طرف سے دی گئی اشیاء زخمیوں میں تقسیم کی گئیں۔